© rasailojaraid.com

النباء العظیم

(۱۳)

جیساکہ حضرت الاستاد نے فرمایا واقعی بات یہی ہے کہ اگر آدمی امانت و دیانت سے کام لے اور اپنی حیثیت اور سماجی پوزیشن کے مطابق اپنا رہن سہن رکھے تو ملازمت خواہ کتنی ہی بڑی ہو اس میں "دولتمند" ہونے کا تو کوئی موقعہ ہی نہیں ہے۔ اور اسکا مزید نقصان یہ ہے کہ اس کا اثر انسانی اخلاق و عادات اور کیریکٹر بھی پڑتا ہے۔ ملازمت پیشہ آدمی دوسروں پر بھروسہ کرتا ہے اور تجارت پیشہ اپنے قوت بازو پر۔ اس بنا پر اس میں خود اعتمادی ہوتی ہے اس میں ولولۂ کار ہوتا ہے اور جوشِ عمل۔ اس میں حوادث اور نشیب و فرازِ روزگار کا سامنا اور مقابلہ کرنے کی ہمت ہوتی ہے اور حوصلہ۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اس کی معاش کا دار و مدار اس کی اپنی محنت اور لیاقت پر ہے۔ اسی لئے وہ ہوشیار، چست اور چاق و چوبند رہتا ہے۔ اور اس کی خودی بیدار رہتی ہے وہ حال کے ساتھ مستقبل کی بھی فکر کرتا ہے۔ اس کے برخلاف ایک ملازمت پیشہ آدمی کو یقین ہوتا ہے کہ ہر مہینہ کے ختم پر تنخواہ تو بہرحال مل ہی جائے گی اس بنا پر اس میں تقاعد اور تکاسل پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے قوائے فکر و عمل ایک مشین کے کل پرزے بن کر رہ جاتے ہیں کہ مشین چل رہی ہے تو کل پرزے بھی حرکت کر رہے ہیں اور مشین رک گئی تو کل پرزے بھی ساکن ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھیئے تو ایک ملازمت پیشہ آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کبھی گرپڑ کے اور روپیٹ کے پوری کر سکتا ہے اسکے برخلاف بڑے بڑے قومی ادارے سماجی کام اور تعلیمی مراکز، حکومت کے ترقیاتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصوبے اور پروگرام یہ سب ارباب صنعت وحرفت اور اصحاب تجارت کی محنت وکوشش اور انہیں کے تعاون واشتراک سے پروان چڑھتے اور کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر ہر شخص تجارت اور صنعت وحرفت میں ہی لگ جائے تو حکومت اور دوسرے اداروں کا کام کیسے چلے اور ان کے لئے کہاں سے لوگ آئیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر ایک شخص تجارت کی اہلیت اور صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ تو پھر اب کیا ہونا چاہئے؟ اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ جس چیز کو ہم "صلاحیت" کہتے ہیں یہ کچھ تو فطری اور خداداد ہوتی ہے اور اس کی تعمیر وساخت میں بڑا دخل ماحول کا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو بچے کسی تجارت پیشہ گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں ان میں تجارتی کاروبار کرنے کی استعداد بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ارباب علم وفضل کی اولاد اکتساب علم وفن کی صلاحیت میں دوسروں پر سبقت رکھتی ہے اگرچہ ان میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ماحول کا اثر ثابت کرنے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اکثر وبیشتر اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس بنا پر مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی سوسائٹی کا ماحول بدلیں۔ اب تک ہمارا جو ماحول رہا ہے وہ ایک خاص قسم کا ذہن پیدا کرتا رہا ہے۔ جس میں اگر ہمارے بعض نوجوانوں میں صنعتی یا تجارتی رجحانات ہوئے بھی تو وہ ٹھٹھر کے رہ گئے ہیں اور ان کو پروان چڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ اب وقت ہے کہ ہم ان بندشوں سے آزاد ہو جائیں اور کھلی اور وسیع فضا میں سانس لیں۔

علاوہ ازیں جیسا کہ مصر کے مشہور مصنف اور محقق احمد امین نے لکھا ہے (ظہر الاسلام ج ۲ ص ۵۹) لوگ اپنی ذہنی اور عملی صلاحیتوں اور رجحانات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ جو لوگ غیر معمولی طور پر ذہین ہوتے ہیں ان کی دلچسپیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ بعض کو علوم وفنون سے دلچسپی ہوتی ہے بعضوں کو مصوری، موسیقی اور شعر وادب کا ذوق ہوتا ہے اور بعض کو صنعت وحرفت کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اڈمنسٹریشن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نظم ونسق اور حکومت وسیاست کی فطری استعداد رکھتے ہیں اور ایک حکمت مآب قوم (الامۃ الحکیمۃ) وہی ہوتی ہے جو اس قسم کے وسائل وذرائع رکھتی ہے جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ کس شخص میں کس کام کی استعداد وصلاحیت زیادہ ہے اور پھر وہ اس کے مطابق ہی اپنے افراد سے کام لے اور ان کی طبعی صلاحیتوں کو ٹھکانہ لگائے، اس بنا پر جن لوگوں کے پیشِ نظر اقدارِ عالیہ ہوں یعنی وہ مذہب کی یا علم وفن کی یا سیاست اور راڈمنسٹریشن کی راہ سے ملک وقوم کی خدمت کرنے کا طبعی جذبہ اور میلان رکھتے ہوں ان کے لئے تجارت یا کاروبار کا کیا موقع ہوسکتا ہے۔ لیکن اس موقع پر ایک بات یاد رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ایک انسان اپنے لئے خواہ کوئی راہ اختیار کرے بہرحال اسلام کی تعلیمات کا تقاضہ یہ ہے کہ (۱) وہ راہ اپنے ذوق وصلاحیت واستعداد کے مطابق ہو۔ اس میں کسی کی تقلید...... کا دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور (۲) پھر آدمی جو کام کرے اس کو دلچسپی اور انہماک سے کرے تاکہ اس میں کمال پیدا ہو۔ اسلام مسلمانوں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ زندگی کے ہر مرحلہ اور ہر منزل میں وہ خوب سے خوب تر کی تلاش وجستجو کرتے رہیں گے اور کہیں ان کے پائے طلب میں تھکن کے آثار پیدا نہیں ہوں گے۔ مولانا حالی نے اس شعر میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیئے اپنی نظر کہاں!

اس بنا پر جس طرح ایک عالمِ دین کا فرض ہے کہ وہ اولاً تحصیلِ علم اور پھر نشر واشاعتِ علم میں مخلصانہ جدوجہد کرتا رہے۔ اور جس طرح ایک حاکم کا فرض ہے کہ عدل وانصاف کے ذریعہ خدمتِ خلق میں سرگرم عمل رہے۔ اسی طرح ایک صنعت کار یا ایک تاجر کا فرض ہے کہ وہ اپنے کاروباری واجبات وفرائض یکسوئی۔ نشاطِ طبع اور انہماک سے انجام دے اور جو راہ اس نے اختیار کی ہے اس پر مستعدی سے گامزن رہ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترقی کی منزلیں طے کرتا رہتا ہے۔ بدقسمتی سے آج بددلی کے ساتھ کام کرنا ہماری خصلت بن گیا ہے اور تھوڑا بہت ہمیں جو کچھ ملتا ہے اس پر قناعت کر لینے کو ہم اپنی مذہبی زندگی کا جزو سمجھنے لگے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہی ایک کاروبار ایک مسلمان کرتا ہے اور وہی ایک ہندو۔ سکھ یا پارسی کرتا ہے لیکن مسلمان وہ ترقی نہیں کرتا جو دوسرے کرتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ بجز اس کے کوئی اور نہیں ہے کہ اوّل تو مسلمان میں دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا وہ جذبہ نہیں ہوتا جو غیروں میں ہوتا ہے اور پھر وہ اپنا کام دوسرے لوگوں کی طرح انہماک اور دلچسپی سے انجام نہیں دیتا آمد و خرچ میں توازن باقی نہیں رکھتا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ واعظین قوم نے قناعت کا جو سبق پڑھایا اور دولت دنیا سے جو بے رغبتی پیدا کی ہے اس کا شعوری یا غیر شعوری طور پر اثر یہ ہے کہ وہ "ماحضر" سے زیادہ کی طلب کو دینی اعتبار سے ایک گناہ نہیں تو کم از کم ایک کار غیر معتبر سمجھنے لگا ہے۔ بعض بنکوں کے افسروں نے مجھے بتایا ہے کہ جب سے بنیک قومیائے گئے ہیں یہ چھوٹے بڑے کاروبار کے لئے برابر قرضہ دے رہے ہیں۔ لیکن اس سے مسلمان بہت کم فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس کی وجہ ایک تو ان کی بے خبری اور لاعلمی ہے اور دوسری وجہ ان کی کم ہمتی اور قناعت پسندی ہے۔ ان افسران میں سے بعض نے بیان کیا کہ وہ خود ذاتی طور پر بعض چھوٹے درجہ کے دکاندار مسلمانوں کے پاس گئے اور ان کو ترغیب دی کہ وہ بنک سے روپیہ قرض لے کر اپنا کاروبار بڑھائیں اور اسے ترقی دیں لیکن بہت کم مسلمانوں نے ان کی بات مانی اور اکثر نے یہ کہہ کر عذر کر دیا کہ "پروردگار کا شکر ہے دکان جیسی کچھ بھی ہے گذر بسر خوب ہو رہی ہے اب اس سے زیادہ کی ہوس اور کیا کرنی ہے!!

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ الٹا سیدھا کھا پی کے زندگی بسر کر لینا اسلام کی تعلیم کا مقتضا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں اگر واقعی ایسا ہوتا تو حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق نے امیر معاویہ سے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے شام میں رہتے ہوئے کھانے پینے میں اور رہن سہن میں بڑے تکلفات برتنے شروع کر دیئے ہیں۔" جناب امیر نے جواب دیا "حضرت! میں ایک ایسے ملک میں رہتا ہوں جہاں رومی لوگ بڑے طمطراق اور شان و شوکت سے رہتے ہیں۔ میں اگر گورنر ہوتے ہوئے وہاں اہل بداوت کی سی سادہ زندگی بسر کروں تو میں ان کی نظروں سے گر جاؤں گا اور میری ہیبت ان کے دلوں پر باقی نہیں رہے گی۔" خلیفہ دوم یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر جیسے سخت گیر اور متشدد امیر المومنین کا اس وقت خاموش ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان جس سوسائٹی اور جس ماحول میں رہیں ان کا معیار زندگی اس کے مطابق ہونا چاہیئے تاکہ ایک طرف "واما بنعمۃ ربک فحدث" کے مطابق وہ اللہ کی ان نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہوں جو انسان کے روز افزوں علم اور تجربہ کے ماتحت برابر ترقی پذیر ہیں۔ قرآن مجید میں ان نعمتوں کو "زینۃ اللہ" (اللہ کی پیدا کردہ رونق) بھی فرمایا گیا ہے اور پھر ارشاد ہوا کہ اللہ نے اپنی ان ...... جن چیزوں کو تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔ ان کو کس نے حرام کر دیا (کہ تم ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے) اور دوسری جانب اس کا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کی نگاہ میں ہلکے نہ ہوں۔ کیوں کہ ایک مسلمان کی عزت اس کے مذہب اور دین کی عزت ہے اور اسی طرح اس کی ذلت وخواری سے دین کی ذلت وخواری ہوتی ہے۔ اسلام کا ہر مبتدی جانتا ہے کہ اسلام میں ایک مسلمان کا ہر فعل عبادت ہے بشرطیکہ وہ حکمِ الٰہی کے ماتحت اور اسکے مطابق ہو۔ اس بنا پر اگر ایک مسلمان نماز پڑھتا ہے مگر دکھاوے کے لئے۔ حج کرتا ہے لیکن اسمگلنگ کی غرض سے تو وہ سخت معصیت اور باعثِ عذاب ہے لیکن اسکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برخلاف اگر ایک مسلمان تجارت کرتا ہے اور اس سے مقصد اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کو زیادہ وسعت کے ساتھ ادا کرنا ہے تو اس کی تجارت صرف ایک دنیوی کاروبا نہیں بلکہ ایک اہم عبادت اور مایۂ اجرِ عظیم بھی ہے۔ آپ پڑھ آئے ہیں تجارت کے جو فضائل احادیث میں بیان کئے گئے ہیں ان میں یہاں تک فرمادیا گیا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایماندار تاجر ہے"۔ عجیب بات ہے ہمارے واعظین اس قسم کی روایات جب نقل کرتے ہیں تو ان کا سارا زور "سچائی" پر ہوتا ہے جو ایک اخلاقی صفت ہے اور وہ اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ اس نوع کے روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نفسِ تجارت کی کس درجہ اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ خیر! سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک ایماندار تاجر کا یہ مرتبہ و مقام کیوں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں وہی داخل ہوگا۔ گذارش یہ ہے کہ کسی فعل و عملِ انسانی کے خیر ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا مظہر ہو۔ یہ فعل جس درجہ کی صفت کا مظہر ہوگا اور جس قوت و شدت کے ساتھ ہوگا اسیقدر اس کا اجر و ثواب بھی ہوگا۔ پس ایک ایماندار تاجر جو اپنے مال سے "وفی اموالہم حق معلوم للسائل والمحروم" کے ارشاد کے مطابق بندگانِ خدا کے لئے سامانِ معیشت مہیا کرتا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کا مظہر بنتا ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سب سے زیادہ اہم اور جامع ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ ایک تاجر مومن کا اجر و ثواب بھی سب سے زیادہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ جود یعنی سخاوت کا فضائلِ اخلاق میں بہت اعلیٰ اور بلند مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے "الجواد حبیب اللہ" یعنی سخی اللہ کا محبوب ہوتا ہے۔ ایک بڑے سے بڑا عابد و زاہدِ مرتاض جو عبادت اور ریاضت کرتا ہے اس کا فائدہ بس اس کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے۔ اسکے برخلاف ایک تاجر کی محنت و کوشش اور اس کی سعی و جہد سیکڑوں، ہزاروں انسانوں کے لئے فیض رسانی کا باعث ہوتی ہے۔ وشتان ما بینہما

(باقی)

© rasailojaraid.com